تصحیح احادیث کا معیار

تمہید | اس زمانہ میں کہ ہر طرف سے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناقابلِ اعتبار قرار دینے کی مہم منکرین حدیث کی جانب سے پورے زور و شور کے ساتھ جاری ہے۔ ہم معیار تصحیح حدیث کو بیان کرنے سے قبل تمہید کے طور پر ایک سوال کا جواب دینا اور ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں ہم کو حدیث کی موجودہ تقسیم — صحیح، حسن، ضعیف وغیرہ — کا پتہ نہیں چلتا۔ پھر یہ تقسیم کہاں سے اور کیونکر آئی۔؟ آخر تیسری صدی کے محدثین کے سامنے حدیث کے بارے میں صحیح، ضعیف اور حسن وغیرہ کا سوال کیونکر پیدا ہوا۔ اور جب کہ سب ہی حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ہیں تو پھر ان میں صحت و عدم صحت اور قوۃ و ضعف کا فرق مراتب کس راہ سے آیا۔؟ یہی سوال ہے جسکی وجہ سے بعض ناواقف لوگوں کو تو یہ بھی کہتے سنا گیا ہے کہ ضعیف حدیث ہے ہی نہیں۔ بلکہ حدیث تو صرف صحیح یا حسن ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قدماء محدثین کے ہاں تو ہمیں صحیح اور ضعیف صرف دو قسمیں ہی ملتی ہیں۔ یہ تیسری قسم حسن۔ متاخرین نے کہاں سے اختراع کر لی۔؟

احادیث کی تقسیم کا منشاء | اس سوال کا اجمالی سا جواب تو یہ ہے کہ احادیث کی یہ تقسیم راویانِ حدیث کے ضبط و اتقان کے مختلف درجات کے اعتبار سے ہے نہ کہ نفس حدیث کے اعتبار سے اس لئے کہ نفس حدیث کے اعتبار سے تو حدیث کی صرف ایک ہی قسم صحیح ہے
ظاہر ہے کہ ہر زمانہ میں لوگوں کے درمیان قوت حافظہ و یادداشت کے اعتبار سے

فرق ہوتا ہے۔ کسی کا حافظہ اتنا قوی ہوتا ہے کہ بلا ارادہ کان میں پڑی ہوئی بات پتھر کی لکیر کیطرح محفوظ رہتی ہے ، اور بعض کا حافظہ اتنا کمزور ہوتا ہے کہ بغور سنی ہوئی اور بالقصد یاد کی ہوئی بات بھی ذراسی دیر میں بھول جاتے ہیں ، یہی قوت حافظہ کا فرق مراتب حدیث کی تقسیم کا سبب ہے نہ کہ نفس حدیث ۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ بالکل درست ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل اور ہر تقریر حدیث ہے ۔ اور فی نفسہ اس میں کسی قسم کی تقسیم نہیں ہے ، اس لئے کہ خدا کا پیغبر (صلی اللہ علیہ وسلم) معصوم ہوتا ہے ۔ اس کا ہر قول و فعل خدا کی نگرانی میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہی حفاظت میں پروان چڑھتا اور طے پاتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ جس صحابی نے جو بات خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور جو کام خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا یا جس تقریر[۱] رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خود مشاہدہ کیا وہ اس صحابی کے حق میں قطعیت کا حکم رکھتا ہے ۔ لیکن بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ...... جو سعادت ابدی کا سرمایہ اور حیات دائمی کی **ضمانت** ہے ۔۔۔ آپ کی احادیث کی معرفت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی بالکل اسی طرح حدیث کے بغیر نہ تو قرآن کو سمجھنا ممکن ہے ، اور نہ اس پر عمل کرنا ۔ اس لئے قرآن کی حفاظت کی طرح حدیث کی حفاظت اور اسکو آنے والی نسلوں تک پہنچانا امت کا ایک اہم فریضہ ہے جسکو تقریباً چودہ سو سال سے آج تک امت ادا کرتی چلی آرہی ہے ۔ اور قیامت تک اس فرض کو ادا کرکے وعدہ خداوندی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ۔ کو عملی جامہ پہناتی رہے گی ۔ اسی فریضہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ ۔۔۔ حجۃ الوداع ۔۔۔ میں ارشاد فرمایا کہ :

لیبلغ الشاهد الغائب ۔	کہ موجودہ نسل میرا یہ پیغام آنے والی نسل تک
(بخاری صـ۱۶)	برابر پہنچاتی رہے ۔

اب یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ پیغام رسانوں میں حفظ و ضبط اور تقویٰ و صلاح وغیرہ میں یکسانیت نہیں ہوتی ۔ بلکہ زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے ۔ جیسے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مذکور کے آخر میں فرمایا کہ :

فان الشاهد عسیٰ ان یبلغ	ممکن ہے شاید کسی ایسے غائب کو میرا یہ پیغام

---

[۱] تقریر اصطلاحی لفظ ہے ۔ یعنی جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کیا گیا ہو اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا ۔ ۱۲

من ھو اوعیٰ لہ منہ ۔ (بخاری ج۱) پہنچائے جو اس سے زیادہ اسکو یاد رکھنے والا ہو۔

تو راویوں کے اس قدرتی تفاوت اور فرق کا اثر انکی مرویات پر لازماً پڑیگا۔ اور اس کے نتیجہ میں حدیث کے بھی مراتب اور درجات ضرور قائم ہوں گے۔

سہو و نسیان کا علاج حضورؐ نے بتلا دیا ہے۔ یہ بات بھی مدنظر رہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے دور میں سہو و نسیان اور خطاء کا احتمال اور وجود تو پایا جاتا ہے اور اس کا تدارک بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے، جیساکہ مسند احمد کی ایک روایت ہے :-

عن عمرو بن العاصؓ قال قلت یارسول اللہ انا نسمع منک احادیث لا نحفظھا افلا نکتبھا؟ قال بلیٰ فاکتبوھا۔ (مسند احمد)

حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا ہم آپ سے بہت سی حدیثیں سنتے ہیں (چونکہ ہم ان کو لکھتے نہیں اس لئے) ان کو یاد نہیں رکھ پاتے، تو کیا (انکو محفوظ کرنے کیلئے) ہم لکھ نہ لیا کریں۔؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں لکھ لیا کرو۔

اسی طرح بخاری ص۲۲ ج۱ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث ملتی ہے کہ :-

قلت یارسول اللہ انی اسمع منک حدیثاً کثیراً انساہ۔ قال ابسط رداءک فبسطتہ۔ الخ (بخاری ص۲۲ ج۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے سوءِ حفظ کی شکایت کی تو آپ نے (اس کا علاج کرنے کے لئے) فرمایا اپنی چادر بچھاؤ۔ میں نے اسکو بچھا دی۔ آپ نے اس میں کوئی معنوی چیز ڈال دی۔ اور فرمایا اپنے سینے سے چمٹاؤ۔ بس پھر میں کبھی کوئی بات نہیں بھولا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی ایک دوسری روایت ترمذی میں بھی آتی ہے کہ :

کان رجل من الانصار یجلس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیسمع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث فیعجبہ ولا یحفظ ..... فشکا ذلک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ انی لاسمع منک الحدیث

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا اور حدیثیں سنتا تھا۔ اور حدیثیں اسکو اچھی بھی بہت لگتی تھیں، لیکن وہ انکو یاد نہیں رکھ پاتا تھا۔ تو اس نے اسکی شکایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی کہ میں حدیثیں سنتا ہوں

فيعجبني ولا احفظه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم استعن بيمينك واومأ بيده للخط۔
(ترمذی باب ماجاء فی الرخصة فی الكتابة)

اور مجھے اچھی بھی لگتی ہیں لیکن یاد نہیں رکھ پاتا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے داہنے ہاتھ سے امداد حاصل کرو اور اس سے مقصد آپ کا کتابت کیطرف اشارہ کرنا تھا کہ لکھ لیا کرو۔

ج ۲

ان احادیث سے یہ بات روز روشن کیطرح واضح ہوگئی کہ صحابہ وتابعین کے دور میں سہو ونسیان اور خطاء کا احتمال تو تھا۔ اور اس کا علاج بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا۔ اور اسی احتمال کی وجہ سے پیش بندی کے طور پر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کو ہر ممکن طریقہ سے محفوظ رکھنے کی ترغیب دلائی چنانچہ جامع ترمذی میں ارشاد مروی ہے:

نضر الله امرأ سمع منا شيئاً فبلغه كما سمعه فرب مبلغ اوعى من سامع۔ (رواه البخاری ایضاً)

خدا اس شخص کو تروتازہ اور خوش وخرم رکھے جس نے ہم سے جو سنا اسے بعینہ جیسا سنا تھا (دوسرے کو) پہنچا دیا۔ اس لئے کہ بہت سے وہ لوگ جنکو بات پہنچائی جاتی ہے (ہم سے) سننے والے (راوی) کی نسبت اس (بات) کو زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔ (استاد بھول جاتا ہے شاگرد نہیں بھولتا)

بس! یہی سہو ونسیان اور خطاء کا احتمال تھا صحابہ کرام وتابعین کے زمانہ میں۔ اس کا بھی آپ نے علاج فرما دیا۔ پیش بندی کے طور پر احادیث کو ہر ممکن طریقہ سے محفوظ کرنے کی ترغیب دلائی۔

صحابہؓ سب سے سب عادل ہیں | لیکن اس زمانہ میں کذب (عمداً جھوٹ)؟ تو اس کا صحابہ کرامؓ میں نام ونشان تک نہ تھا۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے بارے میں ببانگ دہل شہادت دی کہ:

اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم۔ (طبرانی۔ بیہقی وغیرہما)

میرے اصحاب (دار مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی یونیورسٹی کے فارغ التحصیل طلبہ) آسمان ہدایت کے ستارے ہیں، ان میں سے جس کا بھی دامن پکڑو گے منزل مقصود پر پہنچ جاؤ گے۔

اسی وجہ سے جمہور امت کا اتفاق ہے کہ "الصحابة كلهم عدول"۔ (صحابہؓ سب کے سب عادل ہیں)

(باقی آئندہ)